# قتلِ رحم: مذاہبِ عالم، متخالف مکاتبِ فکر اور شریعتِ اسلامیہ کے نقطہ ہائے نظر کا مطالعہ

صالحہ فاطمہ*
محمد سعد صدیقی**

عصرِ حاضر میں حیرت انگیز مثبت سائنسی ایجادات کے ساتھ ساتھ فوقیت یا مہم جوئی کے جذبات سے مغلوب ہو کر ایسے منفی تجربات کا ارتکاب بھی کیا گیا (مثلاً نیوکلئیر بم کی ایجاد) جس سے انسانیت کو ناقابل تلافی نقصان ہوا اور جن کا لازمی نتیجہ تباہی اور بربادی تھا۔ انہی تباہ کن ایجادات میں سے ایک ایڈز کی بیماری بھی تھی جو اگرچہ انتہائی احتیاط اور رازداری سے لیبارٹریوں میں تخلیق کی گئی لیکن چونکہ مصنوعی طریقے سے تخلیق کردہ ایسی ایجادات دراصل نظامِ فطرت کے خلاف بغاوت تھیں اس لئے فطرت نے بھی ردعمل کے طور پر انسان سے بدلہ لیا نتیجتاً کئی اُمور انسان کے بس سے باہر ہو گئے اور مسخر نہ رہے کیونکہ وہ حضرت انسان کی اپنی ایجاد تھے۔ انہی میں سے ایک بیماری ایڈز ہے جو تاحال لاعلاج ہے یہی وجہ ہے کے مکمل علاج اور شفاء نہ ہونے کی وجہ سے متاثرہ مریض بیماری کی آخری منزل پر اس قدر کرب، اذیت و تکالیف کا شکار ہو جاتا ہے کہ موت کی شدید خواہش اور اس کے لئے منت سماجت کرتا ہے چنانچہ عصرِ حاضر میں ایک نئی بحث نے جنم لیا کہ آیا ایسے لاعلاج مریض کو جذبہ رحم کے تحت قتل کر دینا قانونی ہے یا غیر قانونی؟۔ اس خیال، نظریے یا طریقہ کو عمومی اصطلاح میں قتلِ رحم اور طبی اصطلاح میں Euthanasia کہا جاتا ہے۔

## تعریف:

قتلِ رحم سے مراد وہ عمل ہے جس میں کسی لاعلاج اور تکلیف دہ بیماری میں مبتلا مریض کو اذیت سے بچانے کے لئے جذبہ رحم کے تحت قتل کر دیا جاتا ہے اور اس مقصد کے لئے دانستاً کوئی عملی تدبیر اختیار کی جاتی ہے مثلاً مریض کو زہر کا انجکشن لگا دینا، تکلیف دور کرنے والی ادویات (Pain Killer) کا زیادہ مقدار میں استعمال، دواء، خوراک یا علاج کی بندش وغیرہ جیسے طریقے اختیار کئے جاتے ہیں۔ اس ضمن میں موت کی آرزو مریض کی طرف سے بھی کی جاسکتی ہے اور اس کے رشتہ داروں اور تیمارداروں کی طرف سے بھی ایسی خواہش کا اظہار ہو سکتا ہے نیز ڈاکٹر کے مشورہ سے بھی قتلِ رحم کا عمل انجام پا سکتا ہے۔ **قاضی مجاہد الاسلام قاسمی** قتلِ رحم یا یوتھنیزیا کی تعریف کے ضمن میں لکھتے ہیں:

"یوتھینیزیا" کا مطلب یہ ہے کہ مریض جو شدید تکلیف میں مبتلا ہو یا اس کے زندہ رہنے کی کوئی توقع نہ ہو

* پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور / لیکچرر، شعبہ علوم اسلامیہ، کامسیٹس انسٹی ٹیوٹ آف انفارمیشن ٹیکنالوجی، لاہور، پاکستان
** پروفیسر، صدرِ شعبۂ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، پاکستان

یا وہ بچے جو غیر معمولی حد تک معذور ہوں اور ان کی زندگی ایک طرح کا بوجھ ہو، ایسے مریضوں اور بچوں کی زندگی کو ختم کر دینا تا کہ تکلیف سے نجات پائیں اور موت ان پر آسانی سے طاری ہو جائے۔(۱)

اس ضمن میں انسائکلوپیڈیا بریٹانیکا کے مقالہ نگار نے بھی یہی موقف اختیار کیا ہے:

> Euthanasia, also Mercy Killing, act or practice of painlessly putting to death persons suffering from painful and incurable diseases or incapacitating physical disorders.(٢)

یو تھنیزیا، نیز قتلِ رحم، ایک ایسا اقدام یا عمل جس سے اذیت ناک اور لاعلاج مرض یا لاچاری پر مبنی جسمانی بگاڑ سے دوچار مریض کو بے آزار موت مار دینا۔

قتلِ رحم کے عمل کو طبی زبان میں "یو تھنیزیا" کہا جاتا ہے جو کہ یونانی زبان کا لفظ ہے، اس کے معنی ہیں "موت کے وقت خوش یا خوش قسمت ہونا"۔ چونکہ اس عمل میں موت کے ذریعے مریض کو تکلیف سے نجات دلائی جاتی ہے لہذا مذکورہ عمل کے لئے یو تھنیزیا کے لفظ کا استعمال کیا جانے لگا۔(۳)

قتلِ رحم کو میڈیکل کی زبان میں "یو تھنیزیا" کہا جاتا ہے لیکن اس مخصوص عمل کے لئے اور بھی الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں جن کا یہاں ذکر ضروری ہے تا کہ جب بھی یہ الفاظ استعمال ہوں تو مذکورہ عمل کی شناخت ممکن ہو سکے۔
اردو میں اسے قتلِ رحم جبکہ عربی زبان میں اس مخصوص عمل کے لئے الأمانة من منطلق الرحمة، قتل بدافع الشفقة، اور قتل رحيم(٤) جیسے الفاظ مستعمل ہیں۔ جبکہ انگریزی زبان میں اس عمل کو Assisted Suicide، Euthanasia، Playing God، Pulling the Plug(٥)، Mercy Killing اور Putting to Death(٦) کہا جاتا ہے۔

## قتلِ رحم کی اقسام:

قتلِ رحم کی بنیادی طور پر دو اقسام ہیں جو مزید انواع میں تقسیم ہوتی ہیں:

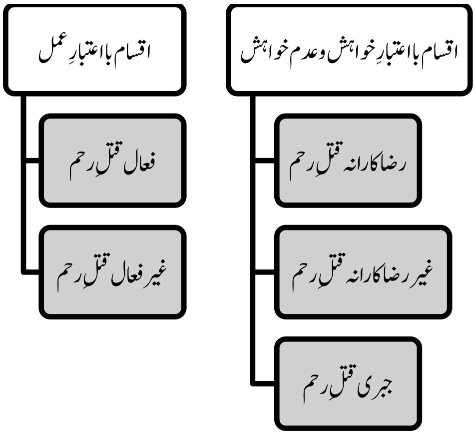

### ۱۔ اقسام بااعتبار خواہش وعدم خواہش

اس تقسیم میں قتلِ رحم کی وہ انواع شامل ہیں جس میں قتلِ رحم کے عمل کا انحصار مریض کی خواہش یا عدم خواہش کی بنا پر انجام پاتا ہے، اس لحاظ سے قتلِ رحم کی مندرجہ ذیل تین اقسام ہیں:

**ا۔ رضاکارانہ قتلِ رحم- Voluntary Euthanasia**

قتلِ رحم کی اس قسم میں مریض متعدد وجوہات مثلاً بیماری کی تکلیف نہ سہہ سکنا، شفاء سے نا اُمید ہو جانا، معاشی تنگی، رشتہ داروں کا خیال (جو اس کا خیال رکھتے رکھتے عاجز ہو چکے ہوں) وغیرہ کی بنا پر ڈاکٹروں کے سامنے خود کو موت کے لئے پیش کر دیتا ہے۔ قتلِ رحم کی اس نوع میں موت کی خواہش مریض کی طرف سے کی جاتی ہے۔

**ب۔ غیر رضاکارانہ قتلِ رحم -Involuntary Euthanasia**

قتلِ رحم کی اس صورت میں ڈاکٹر یہ جان لیتا ہے کہ مریض مسلسل موت کی جانب بڑھ رہا ہے اور اس کی زندگی کی کوئی امید نہیں لہذا جو تکلیف وہ برداشت کر رہا ہے وہ بے کار ہے اس لئے ڈاکٹر مریض کی خواہش اور اس کے علم میں لائے بغیر اس کے ساتھ مذکورہ عمل انجام دیتا ہے۔

**ج۔ جبری قتلِ رحم -Non voluntary Euthanasia**

اسے قتلِ رحم کی بجائے فقط قتل کہنا ہی مناسب ہو گا کیونکہ اس صورت میں مریض کی تسلی بخش حالت اور موت کے لئے اس کی عدم خواہش کو پس پشت ڈال کر دانستاً اس کی زندگی کا خاتمہ کر دیا جاتا ہے۔(۷)

### ۲۔ قتلِ رحم کی اقسام بااعتبارِ عمل

انجام دینے کے لحاظ سے قتلِ رحم کے مندرجہ ذیل دو طریقے اور اقسام ہیں:

**ا۔ فعال قتلِ رحم- Active Euthanasia/Positive Euthanasia**

قتلِ رحم کے اس طریقہ میں ناقابل علاج مریض کو زہریلی گولیوں، زہر کے ٹیکہ یا ادویات کی عدم فراہمی کے ذریعے موت کے راستہ پر روانہ کیا جاتا ہے۔ مثلاً کینسر کا مریض جو شدید تکلیف میں مبتلا ہو اور جس کے بچنے کی کوئی امید نہ ہو یا وہ مریض جو طویل بے ہوشی (کوما) کا شکار ہو اور اس کے متعلق ڈاکٹروں کا یہ خیال ہو کہ اس کی زندگی کی اب کوئی توقع نہیں ہے ایسے مریض کو درد کم کر دینے والی دواء (Pain Killer) زیادہ مقدار میں دے دی جاتی ہے جس سے مریض کی سانس رک جاتی ہے، یا زہر کا انجکشن لگا دیا جاتا ہے جبکہ سانس کے مصنوعی آلات کو ہٹا لینا بھی فعال قتلِ رحم ہی کی ایک صورت ہے۔(۸)

## ب۔ غیر فعال قتلِ رحم- Passive Euthanasia/Negative Euthanasia

قتل رحم کی اس نوع میں مریض کو ادویات کی فراہمی روک دی جاتی ہے،اس کی خوراک بند اور پانی کی بندش کر دی جاتی ہے نیز ہر اس چیز کی فراہمی بند کر دی جاتی ہے جو اس کی سانس میں تسلسل کا باعث ہو۔

اس صورت میں کوئی مہلک دواء دینے کی بجائے ڈاکٹر اپنے زیر علاج مریض کو طبی امداد پہنچانا بند کر دیتے ہیں تاکہ وہ جلد دم توڑ جائے اور اس کی تکلیف ختم ہو جائے ۔مثال کے طور پر کینسر یا دماغی چوٹ کے مریض کو اگر نمونیہ ہو جائے جو اگرچہ قابل علاج مرض ہے لیکن ڈاکٹر اس خیال سے علاج بند کر دے کہ مریض کا جلد خاتمہ ہو جائے تاکہ کینسر اور دماغی چوٹ کی وجہ سے اسے جو تکلیف لاحق ہے اس سے چھٹکارا پالے،اس قتل کی بنیاد "جذبہ رحم" قرار دیا جاتا ہے کیونکہ اصل مقصد مریض کی جان لینا نہیں بلکہ مریض اور اس کے اعزہ کو جو تکلیف لاحق ہے اس سے انہیں نجات دلانا ہے۔(۹)

قتل رحم کی مندرجہ بالا اقسام اور طریقوں کو جمع کیا جائے تو حتمی طور پر ہمارے سامنے درج ذیل اقسام آتی ہیں:

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | رضاکارانہ قتلِ رحم | + | فعال قتلِ رحم | = | رضاکارانہ فعال قتلِ رحم | Voluntary Active Euthanasia |
| ۲ | رضاکارانہ قتلِ رحم | + | غیر فعال قتلِ رحم | = | رضاکارانہ غیر فعال قتلِ رحم | Voluntary Passive Euthanasia |
| ۳ | غیر رضاکارانہ قتلِ رحم | + | فعال قتلِ رحم | = | غیر رضاکارانہ فعال قتلِ رحم | Involuntary Active Euthanasia |
| ۴ | غیر رضاکارانہ قتلِ رحم | + | غیر فعال قتلِ رحم | = | غیر رضاکارانہ غیر فعال قتلِ رحم | Involuntary Passive Euthanasia(۱۰) |

## قتلِ رحم سے متعلق مذاہب عالم کے نقطہ ہائے نظر کا جائزہ:

جو لوگ قتلِ رحم کا ارتکاب کرتے ہیں ظاہر ہے کہ ان کا تعلق کسی نہ کسی مذہب سے ضرور ہوتا ہے اور کچھ عقائد ہوتے ہیں جن کہ وہ پیروکار ہوتے ہیں لہذا قتلِ رحم کے تصور اور فعل کے صحیح یا غلط ہونے کے حقیقت پسندانہ فیصلہ تک رسائی کیلئے دنیا کے اہم مذاہب کی ان بنیادوں کو جاننا ضروری ہے جو قتلِ رحم کے جواز یا عدم جواز کا باعث بنتی ہیں۔اسی مقصد کے لئے ذیل میں قتلِ رحم سے متعلق مذاہب عالم کے نقطہ ہائے نظر کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

**ا۔یہودیت:** یہود کی مقدس کتاب یعنی تورات کی بنیادی تعلیمات کی رُو سے قتلِ رحم کا کوئی جواز نہیں ملتا کیونکہ تورات میں کئی مقامات پر صریحاً لکھا ہے کہ انسان کو خدا نے اپنی صورت پر پیدا کیالہذا قتلِ رحم کے عدم قائلین ان تعلیمات سے یہ اصول اخذ کرتے ہیں کہ تکلیف سے نجات حاصل کرنے کیلئے اشرف المخلوقات کو زیب نہیں دیتا کہاشرف المخلوقات دانستاً موت کے گھاٹ اتار دیا جائے جسے خدا نے اپنی شبیہ پر پیدا کیا:

اور خدا نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔(۱۱)

یہ آدم کا نسب نامہ ہے جس دن خدا نے آدم کو پیدا کیاتو اسے اپنی شبیہ پر بنایا نر اور ناری ان کو پیدا کیااور ان کو برکت دی اور جس روز وہ خلق ہوئے ان کا نام آدم رکھا۔(۱۲)

نیز خدا کے مقرب اور برگزیدہ پیغمبران علیہم السلام کے متعلق بھی معلوم ہے کہ سینکڑوں سال عمر ہونے کے باوجود بھی انہوں نے اپنے ہاتھ سے موت کے لئے اقدامات نہ کئے بلکہ اپنے عمل سے انہوں نے ثابت کیا کہ موت و حیات کا مالک صرف اللہ رب العزت ہی ہے، مثلاً کتاب پیدائش میں لکھا گیا ہے:

اور آدم کی کل عمر نو سو تیس برس کی ہوئی تب وہ مرا۔(۱۳)

لیکن جہاں تک تورات میں مذکور قصص اور عبارات کے ظاہری مفہوم کا تعلق ہے تو اس ضمن میں قائلین قتلِ رحم نے ان واقعات کو اپنی دلیل بنایا ہے جن کے تحت تورات میں مذکور بعض شخصیات نے خوف یا خطرہ سے مغلوب ہو کر یا اپنی عزت کے تحفظ کے لئے خودکشی کا اقدام کیا:

جب اخیتفل نے دیکھا کہ اس کی مشورَت پر عمل نہیں کیا گیا تو اس نے اپنے گدھے پر زین کسا اور اٹھ کر اپنے شہر کو اپنے گھر گیا اور اپنے گھرانہ کا بندوبست کر کے اپنے کو پھانسی دی اور مر گیا اور اپنے باپ کی قبر میں دفن ہوا۔(۱۴)

اور یہ جنگ ساؤل پر نہایت بھاری ہو گئی اور تیر اندازوں نے اسے جا لیا اور وہ تیر اندازوں کے سبب سے سخت مشکل میں پڑ گیا۔تب ساؤل نے اپنے سِلاح بردار سے کہا اپنی تلوار کھینچ اور اس سے مجھے چھید دے تاکہ یہ نہ ہو کہ یہ نامختون آئیں اور مجھے چھید لیں اور مجھے بے عزت کریں پر اس کے سلاح برادر نے ایسا کرنا نہ چاہا کیونکہ وہ نہایت ڈر گیا تھا اس لئے ساؤل نے اپنی تلوار لی اور اس پر گر پڑا۔جب اس کے سلاح برادر نے دیکھا کہ ساؤل مر گیا تو وہ بھی اپنی تلوار پر گرا اور اسکے ساتھ مر گیا۔(۱۵)

چنانچہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہودیت کی مقدس کتاب کی بنیادی اور اصولی تعلیمات قتلِ رحم کے منافی ہیں جبکہ اس کی چند عبارات کے ظاہری مفاہیم سے قتلِ رحم کا جواز بھی ملتا ہے۔

**۲۔ عیسائیت:** انجیل مقدس میں حضرت عیسیٰؑ کے ان اقوال کا بارہا ذکر موجود ہے جب انہوں نے خود کو گذشتہ شریعت یعنی شریعتِ موسوی کا پیروکار ظاہر کیا اس لئے تورات کی طرح انجیل کی بھی بنیادی اور اصولی تعلیمات سے نا صرف قتلِ رحم کی نکیر ثابت ہوتی ہے بلکہ جذبہ رحم کے تحت کسی ڈاکٹر کا مریض کو بھی قتل کرنا بھی سراسر ممنوعہ قرار پاتا ہے:

تم سن چکے ہو کہ اگلوں سے کہا گیا تھا کہ خون نہ کرنا اور جو کوئی خون کرے گا وہ عدالت کی سزا کے لائق ہو گا۔(۱۶)

تو حکموں کو تو جانتا ہے- زنانہ کر- **خون نہ کر**- چوری نہ کر- جھوٹی گواہی نہ دے اپنے باپ کی اور ماں کی عزت کر۔(۱۷)

دوسری طرف قائلین قتلِ رحم یہودہ (جس نے غداری کرتے ہوئے حضرت عیسیٰؑ کو گرفتار کروایا تھا) کے پچھتاوے اور احساس ندامت کے تحت کی گئی خود کشی کو قتلِ رحم کی الہامی توثیق قرار دیتے ہیں کہ اس کا انجیل مقدس میں ذکر ہوا ہے:

جب اس کے پکڑوانے والے یہوداہ نے یہ دیکھا کہ وہ مجرم ٹھہرایا گیا تو پچھتایا اور وہ تیس روپے سردار کاہنوں اور بزرگوں کے پاس لا کر کہا میں نے گناہ کیا کہ بے قصور کو قتل کے لئے پکڑوایا انہوں نے کہا ہمیں کیا؟ تو جان۔ اور وہ روپوں کو مقدس میں پھینک کر چلا گیا اور جا کر اپنے آپ کو پھانسی دی۔ (۱۸)

**۳۔ ہندومت:** ہندوؤں کے مذہبی نظام کی تشکیل میں لاتعداد اشخاص کا حصہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے اس لیے اس میں کوئی واحد عقیدہ، مذہبی قانون یا رسوم و شعائر کی کوئی یکسانیت نہیں ملتی، عقائد کی گونا گونی، طریق عبادت کے اختلافات اور معبودوں کی کثرت کے باعث یہ مذہب ایک گنجان جنگل کی طرح معلوم ہوتا ہے جس میں ہزاروں راستے نکلتے ہوں لیکن کوئی راستہ صاف اور سیدھا نہ ہو(۱۹)۔ لہٰذا قتلِ رحم کے معاملے میں بھی ہندومت میں دو آراء پائی جاتی ہیں اور دونوں ہی اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لئے ٹھوس دلائل کی حامل ہیں۔ ایک طرف تو پرانوں میں خود کشی کو صراحتاً حرام قرار دیا گیا ہے:

جو لوگ حرام موت مرتے ہیں مثلاً درخت سے لٹک کر، زہر کھا کر یا اسلحہ سے خود کشی کرتے ہیں، جو ہیضہ سے مرتے ہیں، جو زندہ جلا دیئے جاتے ہیں، جو نفرت آمیز بیماریوں سے مر جاتے ہیں، جنہیں ڈاکو مار دیتے ہیں، جن کی چتا نہیں جلائی جاتی، جو (ہندو) دھرم کی پیروی نہیں کرتے۔۔۔ ان کی آتما (روح) کو شانتی (سکون) نہیں ملتی اور وہ زمین پر بھٹکتی رہتی ہے۔(۲۰)

جبکہ دوسری طرف **"پراوپویسا"** ہندو دھرم کی ایسی رسم ہے جس میں ایسا شخص جو معذور ہو جائے یا کسی دردناک بیماری کا شکار ہو جائے اور اس پر کوئی ذمہ داری نہ ہو، نہ ہی زندگی میں اس کا کوئی مقصد باقی ہو اور نہ ہی اسے جینے کی مزید خواہش ہو تو وہ مرن برت (مرنے تک کھانا پینا چھوڑ دینا) رکھ لیتا ہے:

اور میں یہاں مرنے تک برت رکھے ہوئے ہوں کیونکہ موت ہی میری سمسیاؤں ◆ کا حل ہے۔(۲۱)

**۴-بدھ مت:** جیسا کہ معلوم ہے کہ بدھ مت کے بانی مہاتما بدھ نے زندگی اور کائنات کی علت العلل کے بارے میں کوئی بات بتانے سے انکار کیا۔ اسی طرح حیات بعد الموت کے متعلق بھی انہوں نے کوئی دعویٰ نہ کیا۔ ان کا سارا زور اخلاقی تربیت اور نفس کشی پر تھا۔(۲۲) غالباً یہی وجہ ہے کہ عصر حاضر میں قتلِ رحم کے معاملہ میں بدھ دھرم کے کبار پیروکاروں میں بہت سے مباحث ہوئے ہیں جن کا مقصد بدھ کی تعلیمات کی بنیادی روح کے مطابق اس مسئلہ کا حل تجویز کرنا تھا۔ لیکن ان مباحث کا حاصل یہ ہے کہ بدھ مت اپنے پیروکاروں کو موت کی خواہش کرنے یا اطباء کو کسی بیمار انسان کو دانستاً مارنے سے منع کرتا ہے کیونکہ جب کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو مارتا ہے تو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ وہ اس سے نفرت کرتا ہے اور ایک طبیب جب کسی شخص کو مارتا ہے تو دراصل وہ اس کی بیماری سے نفرت کر رہا ہوتا ہے جبکہ بدھ کی تعلیمات کے مطابق انسان کو کسی شخص سے نفرت نہیں کرنی چاہئے، لہذا بدھ مذہب کے بنیادی فلسفہ کی رُو سے قتلِ رحم کی کسی بھی صورت یا قسم پر عمل کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔(۲۳)

**۵-جین مت:** بدھ مت کے برعکس جین مت میں قتلِ رحم کا جواز ملتا ہے کیونکہ جین مت کی رسم "سالیکھاناسایتھرا" وہ رسم ہے جو اس مذہب کی تاریخ میں بہت معروف رہی ہے۔ اس میں کوئی شخص بتدریج خوراک، پانی اور ہر وہ چیز چھوڑتا چلا جاتا ہے جو جسم کو تقویت پہنچاتی ہے اور بالاخر مر جاتا ہے۔(۲۴)

**۶-سکھ مذہب:** گرنتھ صاحب کی تعلیمات کے مطابق سکھ مت میں قتلِ رحم یا خودکشی کی کوئی گنجائش نہیں ہے کیونکہ گرونانک نے انسانی خودکشی کی مذمت کی ہے، ان کے مطابق یہ وائے گرو◆ کی مرضی کے خلاف عمل ہے کیونکہ زندگی بخشنا اور موت دینا یہ وائے گرو کی مرضی پر منحصر ہے، انسانوں کو اس میں کوئی اختیار نہیں:

اے خالصو! وائے گرو پر بھروسہ رکھو، وہی ہر غم دور کرنے والا ہے۔ (۲۵)

## قائلین وعدم قائلین قتلِ رحم کے عقلی ونقلی دلائل کا مطالعہ:

کسی بھی مسئلے سے متعلق حقیقت پر مبنی حتمی فیصلہ تک رسائی تب ہی ممکن ہو سکتی ہے جب فریقین کے دلائل غیر جانبدارانہ اور منصفانہ انداز سے سنے جائیں اس لئے ذیل میں قتلِ رحم کے قائلین اور عدم قائلین کے وہ بنیادی اور اہم ترین دلائل بلا تحریف وترمیم اور غیر متعصبانہ انداز میں تحریر کئے گئے ہیں جو ان میں سے ہر ایک اپنے

موقف کی تائید کے لئے پیش کرتا ہے۔ ان میں سے بیشتر وہ دلائل ہیں جو انسان کی عقل، نفسیات اور ذہنی حالت کو ملحوظ رکھ کر وضع کئے گئے ہیں کیونکہ قتلِ رحم کا تعلق بنیادی طور پر انسان کی فکر سے ہی ہے یعنی جب انسان ذہنی اور نفسیاتی طور پر اپنی بیماری سے جنگ ہار جاتا ہے تو ہی خودکشی کے متعلق سوچنا شروع کرتا ہے، جبکہ نقلی دلائل کے ضمن میں قائلین اور عدم قائلین کے گروہوں نے تورات، انجیل اور قرآن مجید سے وہ دلائل دیئے ہیں جو بالواسطہ یا بلاواسطہ اِن کے موقف کی تائید کرتے ہیں۔

## قائلین قتلِ رحم کے دلائل:

قائلین قتلِ رحم کے مطابق ایک لاعلاج، بیماری کی تکلیف سے مغلوب انسان کو اپنی زندگی ختم کرنے کی مذہبی اور معاشرتی طور پر اجازت ہونی چاہیے کیونکہ:

۱۔ ایک انسان جب بذاتِ خود ناقابلِ برداشت تکلیف سہہ رہا ہوتا ہے تو اسے یہ حق حاصل ہونا چاہیے کہ اپنی زندگی کے خاتمے کا فیصلہ بھی خود کر سکے، اگرچہ خودکشی ایک افسوسناک مگر انفرادی اور کسی انسان کا ذاتی اور سراسر نجی عمل ہے پھر بھی ایک انسان کو پورا حق ہے کہ وہ اپنی زندگی کے متعلق کوئی بھی فیصلہ کرے کیونکہ اس طرح کسی دوسرے کو کوئی فائدہ یا نقصان نہیں ہوتا۔

۲۔ جس طرح ہر انسان کو اپنی مرضی سے زندگی گزارنے کا حق حاصل ہے اسی طرح وہ یہ اختیار بھی رکھتا ہے کہ اپنی موت کے طریقہ کا تعین کرے۔ موت ہر انسان کا انفرادی اور نجی معاملہ ہے اس لئے اگر ایک انسان دوسرے انسان کو تکلیف نہیں پہنچا رہا تو ریاست اس کے مرنے کے فیصلہ میں مداخلت کا حق نہیں رکھتی۔

۳۔ دنیا کا کوئی معاشرتی یا طبی قانون کسی انسان کو زبردستی زندہ رہنے پر مجبور نہیں کر سکتا تب جبکہ وہ زندہ نہ رہنا چاہے۔(۲۶)

۴۔ انسانی عظمت کا تقاضا ہے کہ اسے باوقار موت نصیب ہو اس لئے قتلِ رحم کے ذریعے ناقابل علاج مریضوں کو ایڑھیاں رگڑ رگڑ کر بے چارگی کی موت مرنے سے بچایا جاتا ہے اور باوقار موت فراہم کی جاتی ہے۔

۵۔ اس عمل میں مریض کے ساتھ ساتھ اس کے رشتے داروں کی تکلیف کو بھی ختم کیا جاتا ہے جو اپنے عزیز کو حالتِ تکلیف میں دیکھ دیکھ کر مسلسل کرب اور اذیت میں مبتلا رہتے ہیں۔

۶۔ اگر کوئی جانور شدید تکلیف میں مبتلا ہو تو اس پر رحم کھا کر زہر کا ٹیکہ لگا دیا جاتا ہے۔ کیا صرف جانور ہی اس رحم کے مستحق ہیں؟ انسان نہیں؟ حالانکہ خدا محبت کا نام ہے اور کسی کو شدید تکلیف اور بیماری میں زندہ رکھنا محبت نہیں ظلم، زیادتی اور جبر ہے جبکہ قتلِ رحم کسی کو انتہائی محبت سے اگلے جہان بھیجنے کا عمل ہے۔

۷۔ جیسا کہ معلوم ہے کہ بیماری انسان سے اس کا وقار اور قوتِ فیصلہ چھین لیتی ہے لہذا یوتھنیزیا وہ عمل ہے جس کے ذریعے انسان اپنی فیصلہ کرنے کی قوت کو بحال کر سکتا ہے۔ خدا نے انسان کو فیصلہ کرنے کی قوت اور اختیار عطا فرمایا ہے لہذا انسان اس قوت کو استعمال میں لاتے ہوئے اپنی موت کا فیصلہ بھی کر سکتا ہے۔

۸۔ ایک ناقابل علاج مرض میں مبتلا مریض کو بچانے کے لئے مالی ذرائع کا بے دریغ استعمال ہوتا ہے جبکہ اسی پیسہ سے مستحق اور غریب مریضوں کا علاج کیا جا سکتا ہے۔ لہذا یہ ریاست کے معاشی مفاد میں ہے کہ اس پر بوجھ بننے والے افراد خود ہی اپنے لئے موت کی راہ تجویز کر لیں۔

۹۔ کتابِ مقدس میں صریحاً فرمایا گیا ہے کہ انسان کے لئے دنیا کی تمام اشیاء کو مسخر کیا گیا ہے:

> اور خدا نے ان کو برکت دی اور کہا کہ پھلو اور بڑھو اور زمین کو معمور و محکوم کرو اور سمندر کی مچھلیوں اور ہوا کے پرندوں اور کل جانور جو زمین پر چلتے ہیں (ان پر) اختیار رکھو۔ (۲۷)

اس طرح انسان کو یہ حق بھی از خود حاصل ہو جاتا ہے کہ وہ اپنی موت کے لئے بھی جیسا چاہے فیصلہ کرے۔

۱۰۔ انجیل میں کہا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ کو اس لئے مبعوث فرمایا گیا تا کہ لوگ پر مسرت اور بھرپور زندگی پائیں، لیکن اگر انسانی زندگی بوجہ تکلیف و اذیت بے رنگ و بو ہو جائے تو اس کو ختم کر دینا ہی بہتر ہے:

چور نہیں آتا مگر چرانے اور مار ڈالنے اور ہلاک کرنے کو۔ میں اس لئے آیا کہ وہ زندگی پائیں اور کثرت سے پائیں۔ (۲۸)

۱۱۔ معروف مقولہ ہے:

> "دوسروں کے ساتھ ویسا برتاؤ کرو جیسا تم اپنے لئے پسند کرتے ہو کہ دوسرے تمھارے ساتھ کریں۔"

کیا کوئی شخص اپنے لئے یہ پسند کر سکتا ہے کہ معاشرے کے لوگ اسے تکلیف، درد اور اذیت ناک زندگی گزارنے پر مجبور کریں؟

۱۲۔ تورات سے بھی قتل رحم کی توثیق ہوتی ہے:

پھر اس نے مجھ سے کہا میرے پاس کھڑا ہو کر مجھے قتل کر ڈال کیونکہ میں بڑے عذاب میں ہوں اور اب تک میرا دم مجھ میں ہے تب میں نے اس کے پاس کھڑے ہو کر اسے قتل کیا۔ (۲۹)

۱۳۔ قتل رحم کا عمل مثالی ریاست "یوٹوپیا" کا اہم تصور تھا۔ (۳۰)

۱۴۔ اگر دوسرے افراد متاثر نہ ہوں تو ریاست کے کسی فرد کا اپنی زندگی اور موت کے متعلق کوئی بھی فیصلہ کرنا جمہوریت کے قوانین کی روح کے عین مطابق ہے۔ "اپنے معاملات، اپنے جسم اور اپنی سوچ کے معاملے میں ایک

انسان خود مختار ہے"، انفرادیت کا یہ تصور جمہوریت کا بنیادی نظریہ ہے۔ اس لئے اگر کوئی شخص کسی فرد کی زندگی اور موت کے متعلق کئے گئے فیصلوں میں مداخلت کرتا ہے تو دراصل وہ انفرادیت اور جمہوریت کے بنیادی نظریات کی نفی کرتا ہے۔

۱۵۔ اگر کوئی انسان اپنی موت کے متعلق بھی فیصلہ نہیں کر سکتا تو پھر یہ تصور کہاں تک درست ہے کہ انسان کا اپنے فیصلوں، اپنے جسم اور اپنی زندگی پر اختیار ہے؟

۱۶۔ کسی شخص کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنی مذہبی یا معاشرتی رائے اس انسان پر ٹھونسے جو اپنی موت کے متعلق فیصلہ کر چکا ہو۔

۱۷۔ یہ انتہائی حیرت کی بات ہے کہ جن ممالک میں خودکشی کو جائز قرار دیا گیا ہے (مثلاً جاپان وغیرہ) وہیں قتلِ رحم غیر قانونی عمل ہے حالانکہ اس کی خودکشی کے ساتھ واضح مشابہت ہے۔ (۳۱)

## عدم قائلین قتلِ رحم کے دلائل:

مندرجہ ذیل دلائل کی بناپر عدم قائلین قتلِ رحم اس عمل اور تصور کی نکیر و مذمت کرتے ہیں:

۱۔ اس بات کا تجربہ کسی کو نہیں ہے کہ طبعی موت سے زیادہ تکلیف ہوتی ہے یا غیر طبعی سے کیونکہ مرنے کے بعد زندہ ہو کے کوئی اپنا تجربہ نہیں بتا سکتا۔

۲۔ ناقابل علاج مریضوں کے تیماردار بظاہر اس کی دیکھ بھال سے تکلیف میں نظر آتے ہیں لیکن مریض کی طبعی موت مرنے کے بعد انہیں صبر اور سکون مل جاتا ہے کیونکہ اپنے عزیز کو اپنے ہاتھوں سے دانستاً موت کے حوالے کرنے کا غم بسا اوقات ضمیر پر بوجھ بن کر ایسے ناسور کی صورت اختیار کر لیتا ہے جس کا غم برسوں قائم رہنے سے ذہنی عارضہ بھی لاحق ہو سکتا ہے۔

۳۔ دنیاوی زندگی چند روزہ اور عارضی جبکہ اُخروی زندگی دائمی ہے اور یہی اصل اور ابدی زندگی ہے کیونکہ وہاں موت نہیں، اس لئے دنیاوی زندگی میں موت سے گھبرا کر غیر طبعی موت کو گلے لگانے والے کی اخروی زندگی ہمیشہ تباہ و برباد رہے گی اور وہاں نہ قتل "رحم" ہوگا اور نہ ہی تکلیف و عذاب سے چھٹکارا ملے گا۔

۴۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے:

﴿وَالنَّازِعَاتِ غَرْقًا - وَالنَّاشِطَاتِ نَشْطًا﴾ (۳۲)

قسم ہے ان کی جو ڈوب کر کھینچتے ہیں اور آہستگی سے نکال لے جاتے ہیں۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ طبعی موت کی صورت میں مومن کو کم تکلیف کا سامنا ہوتا ہے۔ (۳۳)

۵۔ انسانی عظمت کا تقاضا ہے کہ مشکلات سے نبرد آزما ہو کر مردانہ وار ان کا مقابلہ کرے نہ کہ ادنیٰ مخلوقات کی طرح تکالیف اور آزمائشوں سے منہ چھپاتا پھرے کیونکہ خودکشی کا فعل اشرف المخلوقات کے شایانِ شان نہیں۔

۶۔ قرآن مجید میں واضح طور پر فرمایا گیا ہے:

﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ﴾(٣٤)

اور ہم تمہیں ضرور آزمائیں گے خوف، فاقہ کشی، جان اور مال کے نقصانات اور آمدنیوں کے گھاٹے میں مبتلا کر کے اور خوشخبری سنا دو صبر کرنے والوں کو۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مشکلات انسان کو آزمانے کے لئے آتی ہیں اس لئے انسان کو چاہیے کہ فرار کا راستہ اختیار کرنے کی بجائے صبر کا دامن تھام کر ان آزمائشوں پر پورا اترے۔

۷۔ اگر یہ مکروہ تصور فروغ پا گیا تو قتلِ رحم کا عمل باقاعدہ ایک صنعت کی شکل اختیار کر لے گا اور زہر جس کی قیمت ۴۰ ڈالر ہے وہ ۴۰،۰۰۰ ڈالر کا فروخت ہو گا، زر کے لالچ کی وجہ سے انسانیت کا قتل عام شروع ہو جائے گا۔

۸۔ یہ حقیقت ہے کہ مذکورہ عمل انسانی جان کی قدر و قیمت کے تاثر میں کمی کرتا ہے۔

۹۔ اگر ریاست کی طرف سے قتلِ رحم کی سندِ توثیق جاری کر دی گئی تو تساہل اور تغافل کی وجہ سے ہلاک ہونے والے قابلِ علاج مریضوں پر بھی "لاعلاج" کی مہر ثبت کر کے قتل ناحق کا لامتناہی سلسلہ شروع ہو جائے گا۔

۱۰۔ اگر انسانی معاشرے میں بیماری سے تنگ آکر خودکشی کا رواج عام ہو گا اور برا سمجھنے کی بجائے اس قبیح عمل میں اعانت کی جائے گی تو انسانی معاشرے بتدریج بے حس افراد کے گروہوں کی شکل اختیار کر لیں گے، جہاں نہ رشتوں کا تقدس ہو گا اور نہ ہی اطباء میں فرائض کی بجا آوری کا شعور۔(۳۵)

## قتلِ رحم: شریعتِ اسلامیہ کے نقطہ نظر کا جائزہ:

قتلِ رحم خودکشی کی ایک قسم ہے اور خودکشی کے فعل کا ارتکاب اسلام میں صریحاً حرام قرار دیا گیا ہے، خواہ وہ پریشانی کی وجہ سے کی جائے یا تکلیف کی شدت سے مغلوب ہو کر، اللہ رب العزت کے نزدیک یہ انتہائی ناپسندیدہ فعل ہے لہٰذا اس گناہ کے مرتکب شخص کو دائمی عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔ احادیث مبارکہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شخص وقتی آزمائش اور تکلیف سے بچنے کے لئے خودکشی کا راستہ اختیار کرتا ہے تو وہ مرنے کے بعد بھی ہمیشہ اس مخصوص طریقے کی تکلیف میں مبتلا رہتا ہے جسے وہ مرنے کے لئے اختیار کرتا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِحَدِيدَةٍ فَحَدِيدَتُهُ فِي يَدِهِ يَتَوَجَّأُ بِهَا فِي بَطْنِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا وَمَنْ شَرِبَ سَمًّا فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَهُوَ

يَتَحَسَّاهُ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا وَمَنْ تَرَدَّى مِنْ جَبَلٍ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَهُوَ يَتَرَدَّى فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا (۳۶)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص خود کو لوہے (کے ہتھیار) سے مارے گا تو وہ ہتھیار اس کے ہاتھ میں ہو گا وہ اس کے پیٹ میں بولتا رہے گا اور وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ جلتا رہے گا اور جو شخص زہر پی کر اپنی جان لے گا تو وہ اسی زہر کو چوسا کرے گا اور ہمیشہ جہنم کی آگ میں رہے گا اور جو شخص خود کو پہاڑ سے گرا کر مارے گا تو وہ ہمیشہ جہنم کی آگ میں گرتا رہے گا۔

خودکشی کے ذریعے زندگی کا خاتمہ کرنے والا شخص اپنی زندگی کی تمام نیکیوں کے ثمرات اور عبادت و ریاضت کے اجر سے محروم ہو کر صرف جہنم کا حقدار ہی ٹھہرتا ہے اور اس کی زندگی بھر کے تمام نیک اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ جہاد میں شرکت کرنا اور بہادری کے جوہر دکھانا خدا کے نزدیک انتہائی پسندیدہ عمل ہے لیکن اگر مجاہد بھی ان زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے، جو اسے میدان جنگ میں لگے تھے، خودکشی کر لے تو جہاد میں شرکت کرنے کے باوجود وہ اہل جہنم میں سے شمار ہو گا:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ شَهِدْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُنَيْنًا فَقَالَ لِرَجُلٍ مِمَّنْ يُدْعَى بِالْإِسْلَامِ هَذَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَلَمَّا حَضَرْنَا الْقِتَالَ قَاتَلَ الرَّجُلُ قِتَالًا شَدِيدًا فَأَصَابَتْهُ جِرَاحَةٌ فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ الرَّجُلُ الَّذِي قُلْتَ لَهُ آنِفًا إِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَإِنَّهُ قَاتَلَ الْيَوْمَ قِتَالًا شَدِيدًا وَقَدْ مَاتَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى النَّارِ فَكَادَ بَعْضُ الْمُسْلِمِينَ أَنْ يَرْتَابَ فَبَيْنَمَا هُمْ عَلَى ذَلِكَ إِذْ قِيلَ إِنَّهُ لَمْ يَمُتْ وَلَكِنَّ بِهِ جِرَاحًا شَدِيدًا فَلَمَّا كَانَ مِنَ اللَّيْلِ لَمْ يَصْبِرْ عَلَى الْجِرَاحِ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَأُخْبِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَلِكَ فَقَالَ اللَّهُ أَكْبَرُ أَشْهَدُ أَنِّي عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ(۳۷)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جنگ حنین میں شریک تھے۔ آپؐ نے فرمایا: ایک شخص جو اسلام کا دعویٰ کرتا ہے وہ جہنم والوں میں سے ہے جب لڑائی کا وقت آیا تو وہ خوب لڑا اور زخمی ہوا۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپؐ نے جس شخص کو جہنمی فرمایا وہ آج خوب لڑا اور مر گیا پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ جہنم میں گیا بعض مسلمانوں کو اس میں شک تھا اتنے میں خبر آئی کہ وہ مرا نہیں بلکہ سخت زخمی ہے جب رات ہوئی تو وہ زخموں کی تاب نہ لا سکا اور اس نے خود کو مار لیا جب رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر پہنچی تو آپؐ نے فرمایا: اللہ بڑا ہے اور میں اس کا بھیجا ہوا ہوں میں گواہی دیتا ہوں اس بات کی کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔

شریعت اسلامیہ ابدی شریعت اور تاقیامت ذریعہ رُشد وراہنمائی ہے۔اس میں انسانی زندگی کے جملہ امور کے بارے میں اصولی احکام صادر فرمادیئے گئے ہیں جن کی اصل روح کو مدنظر رکھا جائے تو کسی بھی معاملے سے متعلق شرعی نقطہ نظر جاننا قطعی مشکل نہیں اس لئے ذیل میں قتلِ رحم کی ہر قسم کا انفرادی طور پر شریعت اسلامیہ کے نقطہ نظر کے مطابق جائزہ لیا گیا ہے۔

## رضاکارانہ فعال قتلِ رحم اور شریعت اسلامیہ کا نقطہ نظر:

اس سے مراد قتلِ رحم کی وہ قسم ہے جس میں کوئی مریض بذات خود مرنے کا فیصلہ کرتا ہے اور اس مقصد کے لئے کوئی عملی تدبیر اختیار کرتا ہے مثلاً زہر کا انجکشن لگوانا، درد کم کرنے والی دواء کا زیادہ مقدار میں استعمال کرنا وغیرہ۔شریعت اسلامیہ کی بنیادی اور اصولی تعلیمات سے ایسے عمل کی توثیق کا کوئی ثبوت نہیں ملتا لیکن اس کی مذمت و نکیر کے ضمن میں قرآن و حدیث سے مضبوط دلائل حاصل ہوتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ شریعت میں ایسے فعل کی کوئی گنجائش نہیں کیونکہ حیات و موت کا اختیار اللہ رب العزت نے اپنی قدرت کاملہ تک ہی محدود رکھا ہے لہذا کسی انسان کو کتنی زندگی عطا فرمانی ہے اور کب اس کی موت کا وقت مقرر کرنا ہے یہ عمل خدا ہی کی مرضی و منشاء پر منحصر ہے، کسی انسان کا اس میں کوئی دخل نہیں۔ارشاد ربانی ہے:

﴿وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَى حِينٍ﴾ (۳۸)

اور تمھارے لئے زمین میں ایک خاص وقت تک ٹھہرنا اور گزر بسر کرنا ہے

﴿فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ﴾(۳۹)

پس جب مدت پوری ہو جاتی ہے تو پھر ایک پل کی بھی تاخیر وتقدیم نہیں ہوتی۔

اللہ اپنے بندوں پر انتہائی رحم کرنے والا ہے۔وہ اپنے بندے سے ستر ماؤں جتنا پیار کرتا ہے لہذا ایسی شفیق ذات سے کیسے امید کی جاسکتی ہے کہ وہ اپنے بندوں کو شدید تکلیف میں بے آسرا اور بے سہارا چھوڑے گا جبکہ ایک ماں اپنے بچے کی ذراسی تکلیف پر بے قرار اور بے چین ہو جاتی ہے اس لئے کسی مومن کا تکالیف کو صبر و استقامت سے برداشت کرنے کے صلہ اور اجر کے بارے میں فرمایا گیا ہے:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُصِيبَةٍ تُصِيبُ الْمُسْلِمَ إِلَّا كَفَّرَ اللَّهُ بِهَا عَنْهُ حَتَّى الشَّوْكَةِ يُشَاكُهَا(۴۰)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مومن کو کوئی بھی تکلیف پہنچے یہاں تک کہ کانٹا بھی چبھے تو اللہ ان تکلیفوں کو اس کے لئے کفارہ بنا دیتا ہے۔

جبکہ موت کی آرزو نہ کرنے اور آزمائشوں و تکالیف کو برداشت کرنے والے مسلمانوں کو بشارت دی گئی ہے کہ یہ اذیتیں ان کی نیکیوں میں اضافے اور بخشش کا باعث بن جاتی ہیں:

لَا يَتَمَنَّيَنَّ أَحَدُكُمْ الْمَوْتَ إِمَّا مُحْسِنًا فَلَعَلَّهُ أَنْ يَزْدَادَ خَيْرًا وَإِمَّا مُسِيئًا فَلَعَلَّهُ أَنْ يَسْتَعْتِبَ(٤١)

تم میں سے کوئی موت کی تمنا نہ کرے اگر وہ نیکوکار ہے تو شاید یہ (تکلیف) اس کی نیکی میں اضافہ کا ذریعہ بنیں اور اگر بدکار ہے تو شاید اس کے لئے مغفرت کا۔

لیکن کسی بھی صورت میں موت کی خواہش کرنے سے منع فرمایا ہے:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَتَمَنَّيَنَّ أَحَدُكُمْ الْمَوْتَ (٤٢)

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی موت کی خواہش نہ کرے۔

دوسری جانب ایسے شخص کو جہنم کی وعید سنائی گئی ہے جو وقتی اور عارضی تکلیف سے گھبرا کر اپنی جان پر ظلم کرتے ہوئے خود کو موت کے گھاٹ اتار کر خدا کے فیصلوں کو اپنے ہاتھ میں لیتا ہے:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِيمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ رَجُلٌ بِهِ جُرْحٌ فَجَزِعَ فَأَخَذَ سِكِّينًا فَحَزَّ بِهَا يَدَهُ فَمَا رَقَأَ الدَّمُ حَتَّى مَاتَ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى بَادَرَنِي عَبْدِي بِنَفْسِهِ حَرَّمْتُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ( ٤٣)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگلے لوگوں میں ایک شخص کو پھوڑا نکلا اس کو بہت تکلیف ہوئی تو اس نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکالا اور پھوڑے کو چیر دیا اس سے خون بند نہ ہوا یہاں تک کہ وہ مر گیا تب اللہ نے فرمایا: میں نے اس پر جنت کو حرام کیا۔

## رضاکارانہ غیر فعال قتلِ رحم اور شریعت اسلامیہ کا نقطہ نظر:

قتلِ رحم کی اس صورت میں اگرچہ مریض مایوسی کے عالم میں خودکشی کے لئے کسی دواء یا زہر کا استعمال نہیں کرتا لیکن موت کو دعوت دینے کیلئے علاج سے احتراز اور دواء سے اجتناب کرتا ہے تاکہ موت خود بخود اس کی جانب سفر شروع کردے اور اس پر خودکشی کا الزام بھی نہ لگے، مگر قرآن مجید کی درج ذیل آیت مبارکہ سے یہ اصول اخذ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دانستاً ایسا حیلہ کرنے سے بھی منع فرمایا ہے جس کا لازمی نتیجہ ہلاکت کی صورت میں برآمد ہو:

﴿وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ (٤٤)

اور اپنے ہاتھوں سے اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

**مولانا زبیر احمد قاسمی** (استاذ جامعہ رحمانی مونگیر) اس ضمن میں فرماتے ہیں:

اس آیت کے تحت نفس و جان کی حفاظت ایک امر مامور بہ ہے اور حفاظتِ نفس کے جمیع اسباب و وسائل کا اپنی وسعت کے مطابق فراہم کرنا ہر انسان پر لازم ہے اس لئے شرعاً یہ بھی جائز نہیں ہو سکتا کہ وسعت کے ہوتے ہوئے کوئی ترک معالجہ کر کے موت کو دعوت دے، ہاں! ممکنہ علاج کے بعد صحت و شفاء کے بظاہر اسباب سے مایوس ہو کے وسائل کے فقدان کے سبب مجبوراً ترک معالجہ کرنا جائز ہو سکتا ہے یا پھر انما الاعمال بالنیات کے تحت رضا بالقضاء کے طور پر ترک معالجہ کی اجازت ہو سکتی ہے۔(۴۵)

حدیث مبارکہ میں بھی علاج کے ظاہری اسباب ترک کرنے کی مذمت اور شفاء کے لئے دواء استعمال کرنے کی ترغیب دی گئی ہے:

عَنْ أُسَامَةَ بْنِ شَرِيكٍ قَالَ قَالَتْ الْأَعْرَابُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَا نَتَدَاوَى قَالَ نَعَمْ يَا عِبَادَ اللَّهِ تَدَاوَوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَمْ يَضَعْ دَاءً إِلَّا وَضَعَ لَهُ شِفَاءً أَوْ قَالَ دَوَاءً إِلَّا دَاءً وَاحِدًا قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا هُوَ قَالَ الْهَرَمُ (٤٦)

حضرت اسامہ بن شریکؓ کہتے ہیں کہ ایک اعرابی نے کہا یا رسول اللہ کیا ہم علاج نہ کرائیں؟ آپؐ نے فرمایا: اے اللہ کے بندوں! دوا استعمال کرو کیونکہ اللہ نے کوئی بیماری پیدا نہیں فرمائی جس کی شفاء (دواء) پیدا نہ کی ہو، سوائے ایک بیماری کے۔ لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ کون سی بیماری؟ فرمایا: بڑھاپا۔

لہٰذا شریعت اسلامیہ میں غفلت کی بنا پر علاج نہ کرانا جائز نہیں اور ایسی صورتحال میں مریض کے ارد گرد بسنے والے افراد پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اگر کسی وجہ سے مریض علاج میں تغافل برت رہا ہے تو اس وجہ کو دور کریں اور انسانی جان بچانے میں اپنا کردار ادا کریں۔ دوسری جانب اگر غفلت کی وجہ سے علاج نہ کرایا جائے تو بھی یہ درست نہیں ہے کیونکہ جسم اللہ کی امانت ہے اور اس کی حفاظت انسان کا فریضہ ہے۔ اگر علاج نہ کرانے کی نیت یہ ہو کہ موت آجائے یا مریض ہلاک ہو جائے تو یہ ناجائز ہو گا اس لئے کیونکہ عملاً مریض نے ایسی کوئی حرکت نہیں کی جس پر "قتل النفس" کا اطلاق ہو لیکن نیت یہی ہو کہ وہ خود ہلاک ہو جائے، یہ عمل ناجائز ہے۔ معالج ہی نہیں بلکہ ایک عام انسان کا بھی فرض ہے کہ دوسروں کو حتی الوسع موت اور ہلاکت سے بچائے۔(۴۷)

اسلام دین فطرت ہے اس لئے انسانی فطرت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے عبادت و ریاضت کے معاملے میں بھی آسانی اور سہولت کو مدِ نظر رکھا گیا ہے ایسے عمل سے منع کیا گیا ہے کہ انسان اتنا معذور ہو جائے کہ عبادت بھی نہ کر سکے۔ اگر عبادات کے معاملے میں ایسا ہے جبکہ قرآن مجید میں اسے جن و انس کی تخلیق کا باعث قرار دیا گیا (۴۸) تو مرض کی شدت کی وجہ سے خود کو ہلاکت میں ڈالنا بلا جواز ہے۔ الاشباہ والنظائر میں تحریر ہے:

(ترجمہ) انسان کے لئے جائز نہیں کہ تقلیلِ غذا کے ذریعے ریاضت یہاں تک کہ عبادت کی ادائیگی سے عاجز ہو جائے۔اس لئے کہ رسول اللہ نے فرمایا: تمھاری جان تمھاری سواری ہے پس اس کے ساتھ نرمی برتو اور نرمی یہ ہے کہ انسان اسے تکلیف نہ پہنچائے اور نہ اسے بھوکا رکھے۔(٤٩)

رب العزت کے نزدیک ہر انسانی جان بہت قدر و منزلت کی حامل ہے لہذا ایک انسان کی جان کے تحفظ کی خاطر اللہ تعالیٰ نے اپنے احکام میں اس قدر نرمی رکھی ہے کہ حالتِ اضطرار میں بقدر ضرورت حرام چیز سے استفادہ بھی جائز بلکہ ضروری قرار دیا گیا ہے اس مناسبت سے تو بیماری رفع کرنے کیلئے علاج کرانا انسان پر فرض ہو جاتا ہے:

يجب اكل الميتة عند الضرورة، فانه واجب عند الائمة الاربعة و جمهور العلماء۔ و قد قال مسروق:من اضطر الى اكل الميتة فلم ياكل حتى مات دخل النار۔فقد يحصل احيانا للانسان اذا استحر المرض ما لم يتعالج معه مات، والعلاج المعتاد تحصل معه الحياة كالتغذية۔ (٥٠)

آئمہ اربعہ اور جمہور علماء کے نزدیک حالت اضطرار میں مردار کا کھانا واجب ہے۔اور مسروق نے کہا کہ جو مردار کے کھانے پر مضطر ہو اور نہ کھائے یہاں تک کہ مر جائے تو وہ جہنم میں داخل ہو گا پس کبھی ایسے ہی انسان کو بیماری کی شدت کی صورت میں دوچار ہونا پڑتا ہے اس لئے اگر علاج نہیں کرائے گا تو مر جائے گا اور معمول کا علاج غذا کے ساتھ کرایا جاتا ہے۔

لیکن بعض علماء کی رائے ہے کہ مریض کو دواء چھوڑ دینے یا استعمال نہ کرنے سے متعلق روکا نہیں جا سکتا کیونکہ علاج کروانا مباح ہے واجب نہیں: ماہر اطباء کی رائے ہے کہ مریض لا علاج ہو اور اس کے زندہ رہنے کی امید نہ ہو تو علاج چھوڑ دیا جائے۔(۵۱) لیکن ترک اور کف میں فرق ہے ترک سے مراد کسی چیز کا استعمال چھوڑ دینا اور کف سے مراد ہے کہ کسی چیز کے استعمال سے باز رہنا۔اس لحاظ سے کف ایک مثبت عمل ہے۔لیکن دوسری طرف اگر ایک شرعی اُصول الامور بمقاصدها کو مد نظر رکھا جائے تو علاج میں کف یہ ہو گا کہ زندگی ختم ہو جائے۔اس طرح یہ ثابت ہو گا کہ انسان زندگی کے تحفظ کے فریضہ سے، جو کہ اس پر واجب ہے، دست بردار ہونا چاہتا ہے۔ہر انسان کی زندگی، خواہ معذور شخص کی ہو، طاقتور کی ہو یا انتہائی نشیط لوگوں کی ہو، انکی قیمت برابر ہے۔لہذا یو تھنیزیا کی کوئی بھی قسم ہو اس کا استعمال شرعاً جائز نہیں۔(۵۲)

## غیر رضاکارانہ فعال قتلِ رحم اور شریعت اسلامیہ کا نقطہ نظر:

غیر رضاکارانہ فعال قتلِ رحم سے مراد ہے کہ مریض کی مرضی اور منشاء کے بغیر کسی عملی تدبیر کے تحت اسے موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔یہ عمل سراسر ظلم اور قتلِ ناحق ہے جسے قرآن مجید نے تمام انسانوں کا قتل قرار دیا ہے:

**مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا** (٥٣)

جس نے کسی جان کو خون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا قتل کیا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا۔
شریعتِ اسلامیہ میں چند مخصوص صورتوں کے علاوہ کسی مسلمان کا قتل جائز نہیں۔ ارشادِ رسول ﷺ ہے:

عن عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَّا بِإِحْدَى ثَلَاثٍ الثَّيِّبُ الزَّانِي وَالنَّفْسُ بِالنَّفْسِ وَالتَّارِكُ لِدِينِهِ الْمُفَارِقُ لِلْجَمَاعَةِ (٥٤)

حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان مرد کا خون جائز نہیں مگر تین میں سے ایک (وجہ) سے: شادی شدہ زانی اور جان کے بدلہ جان اور اپنے دین کو چھوڑ دینے والا اور جماعت سے کٹ جانے والا۔

یہ بات طے ہے کہ قتلِ رحم کی یہ قسم قتلِ ناحق کی ہی ایک صورت ہے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دانستاً یہ قتل کیوں کیا جاتا ہے؟ عموماً غیر رضا کارانہ فعال قتلِ رحم مندرجہ ذیل دو وجوہات کی بنا پر انجام دیا جاتا ہے:

۱۔ مالی تنگی یا اپنے عزیز کی تکلیف برداشت نہ کرتے ہوئے یا اس کی تیمارداری سے تنگ آکر مریض کے رشتہ دار کسی عملی تدبیر کے تحت اسے موت کے گھاٹ اتار دیتے ہیں۔

۲۔ ڈاکٹر حضرات کسی شدید تکلیف میں مبتلا مریض کے متعلق یہ کہہ دیتے ہیں کہ اس کا مرض ناقابل علاج ہے لہذا اسے مزید تکلیف سے بچانے کیلئے اسے مار دیا جائے کیونکہ چند ماہ بعد بھی تو موت ہی اس کا مقدر ہے چنانچہ اس پر رحم کیا جائے اور اسے طویل تکلیف سے بچایا جائے۔

جہاں تک پہلی وجہ کا تعلق ہے تو شریعت اسلامیہ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ کسی انسانی جان کو مالی تنگی کے خوف سے قتل نہ کیا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ خود اسبابِ حیات پیدا کرنے والا چارہ گر ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ﴾(٥٥)

اور اپنی اولاد کو تنگدستی کے خوف سے قتل نہ کرو۔

جس شریعت کا تصور یہ ہو کہ آدمی محض ذریعہ ہے، رزق دینے والا تو دراصل اللہ ہے اور جس دین کا پیغمبر یہ کہتا ہو کہ رزق معصوم بچوں، عورتوں اور معذوروں کی وجہ سے ہی ملتا ہے اس میں "قتلِ رحم" جیسے ظالمانہ عمل کی کوئی گنجائش نہیں۔ اور جو لوگ اپنے عزیز کی تکلیف برداشت نہ کرتے ہوئے اسے قتل کر دیتے ہیں یا اس کی تیمارداری سے تنگ آکر اسے موت کے گھاٹ اتار دیتے ہیں تو شرعی نقطہ نظر سے ان کی وہی سزا ہے جو ایک قاتل کی ہے اور اس قتلِ ناحق میں شریک تمام افراد جہنم کے مستحق ہیں:

وَأَبَا هُرَيْرَةَ يَذْكُرَانِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ أَنَّ أَهْلَ السَّمَاءِ وَأَهْلَ الْأَرْضِ اشْتَرَكُوا فِي دَمِ مُؤْمِنٍ لَأَكَبَّهُمْ اللَّهُ فِي النَّارِ (٥٦)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر زمین اور آسمان کے سارے لوگ کسی ایک مومن شخص کے قتل میں شریک ہوں تو اللہ ان سب کو جہنم میں ڈالے گا۔

جہاں تک دوسری وجہ کا تعلق ہے تو عصر حاضر کے ڈاکٹری فتاویٰ کا یہ حال ہے کہ کچھ ہی عرصہ قبل امریکہ کی ہاورڈ یونیورسٹی کے بعض پروفیسروں نے ایک مادہ دریافت کیا اور دعویٰ کیا کہ اس کے ذریعے ناکارہ عضو کو جسم کے اندر ہی ٹھیک کیا جانا ممکن ہے لہذا آپریشن کے ذریعے اسے نکال کر پھینکنا ضروری نہیں ہو گا جبکہ جرمنی کا وہ ڈاکٹر جس نے اپنی مریضہ کو موت کے گھاٹ اتار کر "جذبہ رحم" کی مثال قائم کی تھی، اب دعوٰی کرتا ہے کہ اس نے ایسا مادہ دریافت کیا ہے جس سے کینسر کا کامیاب علاج ممکن ہے(۵۷) کیا ایسے ناعاقبت اندیش ڈاکٹروں کے فتووں پر عمل کر کہ اپنے عزیز واقارب کو موت کے حوالے کرنا درست ہے؟ جبکہ کچھ عرصہ بعد ہی یہ انکشاف ہو جاتا ہے کہ جو ڈاکٹر خود مریضوں کو زہر کے انجکشن لگاتے ہیں پھر بعد میں اسی مرض کا تریاق بھی دریافت کر لیتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ خدا نے ایسی کوئی بیماری نازل ہی نہیں فرمائی جو ناقابل علاج ہو یہ سراسر انسانی عقل کی کوتاہی ہے کہ وہ بیماریوں کے مخصوص علاج تک پہنچنے میں ناکام رہتی ہے، اس نقطہ کی تائید متعدد احادیث سے ہوتی ہے:

عَنْ جَابِرٍعَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ لِكُلِّ دَاءٍ دَوَاءٌ فَإِذَا أُصِيبَ دَوَاءُ الدَّاءِ بَرَأَ بِإِذْنِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ (۵۸)

حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر مرض کی دوا ہے جب دوا مرض کی مناسبت سے ملتی ہے تو خدا کے حکم سے شفاء یابی ہوتی ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ دَاءً إِلَّا أَنْزَلَ لَهُ شِفَاءً (۵۹)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ نے ایسی کوئی بیماری پیدا نہیں کی جس کی شفاء نہ رکھی ہو۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ دَاءً إِلَّا أَنْزَلَ لَهُ دَوَاءً عَلِمَهُ مَنْ عَلِمَهُ وَجَهِلَهُ مَنْ جَهِلَهُ (۶۰)

حضرت عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ عزوجل نے ایسی کوئی بیماری نازل نہیں کی جس کی شفاء نہ رکھی ہو اب کوئی اسے جانتا ہے اور کوئی نہیں۔

اس لئے شریعت کی رو سے "لاعلاج مریض" کے رشتہ داروں اور ان کے اطباء کو زیب نہیں دیتا کہ کسی مریض پر لاعلاج ہونے کا فرد جرم عائد کر کے قتلِ رحم کی صورت میں اسے سزائے موت سنا دی جائے۔ ایسا قبیح فعل انجام دیتے ہوئے انہیں یہ سوچ لینا چاہیے کہ وہ ایک بے گناہ، بیمار اور بے بس انسان کا قتل کر رہے ہیں جس کی شریعت ہر گز ہر گز اجازت نہیں دیتی۔

## غیر رضاکارانہ غیر فعال قتلِ رحم اور شریعت اسلامیہ کا نقطہ نظر:

یہ قتلِ رحم کی وہ صورت ہے جس میں مریض کی مرضی اور اس کے علم میں لائے بغیر دانستاً اس کا علاج ترک کر دیا جاتا ہے۔ دور جدید کے علماء وفقہاء نے قتلِ رحم کی مذکورہ نوع پر عملدرآمد کی اجازت صرف اس صورت میں دی ہے جب کوئی انسان ہوش میں نہ ہو اور اس کی سانس مصنوعی طریقوں سے بحال رکھی جارہی ہو کیونکہ وہ صورت جس میں مشینوں کے ذریعے سانس کی آمدورفت باقی رکھی جاتی ہے وہ محض ایک تکلف اور مصنوعی حیات ہوتی ہے جس کی بقاء کے لئے مشینیں لگا کر سانس کی آمدورفت قائم رکھنے کو شرعاً ضروری نہیں کہا جاسکتا اس لئے ایسی مشینوں کو ہٹالینا جائز ہوگا۔ (٦١) لیکن **اسلامی فقہ اکیڈمی انڈیا** نے اپنے سولہویں فقہی سیمینار (۲ اپریل ۲۰۰۷ء) میں یوتھینیزیا کی مذکورہ دو اقسام (غیر رضاکارانہ فعال قتلِ رحم اور غیر رضاکارانہ غیر فعال قتلِ رحم) کی شرعی حیثیت کے متعلق جو فتویٰ صادر کیا اس میں ان دونوں صورتوں کو ناجائز قرار دیا، فتویٰ کا متن درج ذیل ہے:

> شریعتِ اسلامی میں انسانی جان کی بڑی اہمیت ہے اور حتیٰ المقدور اس کی حفاظت خود اس کا اور دوسروں کا فریضہ، اس لئے:
>
> ۱۔ کسی مریض کو شدید تکلیف سے بچانے یا اس کے متعلقین کو علاج اور تیمارداری کی زحمت سے نجات دلانے کے لئے عمداً ایسی تدبیر کرنا کہ جس سے اس کی موت واقع ہو جائے حرام ہے اور یہ قتل النفس کے حکم میں ہے۔
>
> ۲۔ ایسے مریض کو کوئی مہلک دوا نہ دی جائے مگر قدرت کے باوجود اس کا علاج ترک کر دیا جائے تاکہ جلد سے جلد اس کی موت واقع ہو جائے یہ بھی جائز نہیں ہے۔ (٦٢)

## حاصل بحث:

دین اسلام دراصل دینِ عمل ہے، یہ انسان کو عمل کی دعوت دیتا ہے نہ کے زندگی سے فرار کی اس لئے بہ حیثیت مسلمان ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ انسان پر جو بھی گزرتی ہے وہ دراصل نوشتۂ تقدیر میں درج ہے انسان کے بس میں ہے تو فقط نیت اور کوشش یہی وجہ ہے کہ حقوق اللہ سے زیادہ اسلام میں حقوق العباد کی ادائیگی پر زیادہ زور دیا گیا ہے لہٰذا راہبانہ زندگی کو فوقیت حاصل نہیں۔ دراصل یہی وہ بنیاد ہے جس کی بناء پر خودکشی اور ہر وہ عمل جس میں انسان دانستاً اپنی زندگی کا خاتمہ کرے حرام ہے کیونکہ انسانی جان کا ضیاع اللہ رب العزت کے نزدیک انتہائی ناپسندیدہ عمل ہے خواہ یہ ظلم انسان خود اپنی ذات پر کرے یا کوئی اور اسے قتل کرے۔ چنانچہ شریعتِ اسلامیہ کی رو سے قتلِ رحم ایک حرام اور ناجائز ذریعہ موت ہے کیونکہ زندگی اور موت کا مالک و مختار فقط اللہ رب العزت ہے اور اس اختیار کو اپنے اختیار میں لینا صریحاً نافرمانی اور حدود سے تجاوز کے زمرے میں آتا ہے۔

## حواشی وحوالہ جات


۱۔ جاہد الاسلام قاسمی، قاضی، مباحث فقہیۃ، ایفا پبلی کیشنز ۱۶۱۔ ایف جوگا بائی جامعہ نگر، نئی دہلی، س۔ن، ص: ۵۲۵

۲۔ "Euthanasia". (۱۹۹۸) *Encyclopaedia Britannica* (V. ٤, P. ٦١٠). USA: Encyclopaedia Britannica Inc.

۳۔ "Euthanasia". (۱۹٦۱) *Encyclopedia Americana* (V. ۱۰, P. ٥٨٦). USA: Encyclopedia Americana Cooperation.

۴۔ "Euthanasia": Google; [cited ۲۰۱۲ June ۱٥]. Available from: translate.google.com.pk/?hl=en&tab=wT.

۵۔ "Euthanasia": Thesaurus.com; [cited ۲۰۱۲ June ۱٥]. Available from: http://www.thesaurus.com/browse/euthanasia.

۶۔ "Euthanasia": Infoplease.com; [cited ۲۰۱۲ June ۱٥]. Available from: http://thesaurus.infoplease.com/euthanasia.

۷۔ McDougall, Jennifer Fecio, Martha Gorman. *Euthanasia: A Reference Handbook*. USA: ABC-CLIO,Inc., ND. P.۲

۸۔ مجاہد الاسلام قاسمی، مباحث فقہیۃ، ص۵۲۵

۹۔ بدر الدین القاسمی، مولانا، عصر حاضر کے فقہی مسائل، ایفا پبلی کیشنز ۱۶۱۔ ایف جوگا بائی جامعہ نگر، نئی دہلی، ۲۰۱۰ء، ص۶۹

۱۰ Gail Tulloch, *Euthanasia, Choice and Death*, Edinburgh University Press ٢٢ George Square, Edinburgh, Great Britain, ٢٠٠٥, P.٣٣, ٣٤

۱۱۔ کتاب مقدس یعنی پرانا عہد نامہ اور نیا عہد نامہ، بائبل سوسائٹی انار کلی لاہور، ۲۰۰۴ء، کتاب پیدائش، ۱:۲۷

۱۲۔ کتاب مقدس، پرانا عہد نامہ، کتاب پیدائش، ۲-۱:۵

۱۳۔ ایضاً، ۶:۵

۱۴۔ کتاب مقدس، پرانا عہد نامہ، سموئیل ۲، ۱۷:۲۳

۱۵۔ کتاب مقدس، پرانا عہد نامہ، سموئیل ۵-۱، ۳۱:۳

۱۶۔ کتاب مقدس، نیا عہد نامہ، متی کی انجیل، ۵:۲۱

۱۷۔ کتاب مقدس، نیا عہد نامہ، لوقا کی انجیل، ۱۸:۲۰

۱۸۔ کتاب مقدس، نیا عہد نامہ، متی کی انجیل، ۵-۲۷:۳

۱۹۔ صدیقی، محمد مظہر الدین، اسلام اور مذاہب عالم، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ ۲ کلب روڈ، لاہور، ۱۹۹۷ء، ص ۱

۲۰۔ پران، گارود ا، ۲۔۲۲۔۸۔۱۳

♦ پریشانیاں

۲۱۔ رامائن، کتاب ۴، باب ۵، اشلوک ۱۲-۵۵-۴

۲۲ - صدیقی، اسلام اور مذاہب عالم، ص۲۹

۲۳ Damien Keown, *Contemporary Buddhist Ethics*, Curzon Press Richmond, Surrey, ۲۰۰۰, P. ۱۳

۲۴۔ بھگوتی سوترا، ۱:۲

♦ سکھ مت میں خدا کے لئے بولا جانے والا لفظ

۲۵۔ گرنتھ صاحب، راگ آسا سو پورا کھ:۱

۲۶ "Reasons for Euthanasia": Euthanasia.com; [cited ۲۰۱۲ June ۱۰]. Available from: http://www.euthanasia.com/reasonsforeuthanasia.html.

۲۷۔ کتاب مقدس، پرانا عہد نامہ، کتاب پیدائش، ۲۸:۱

۲۸۔ کتاب مقدس، نیا عہد نامہ، یوحنا کی انجیل، ۱۰:۱۰

۲۹۔ کتاب مقدس، پرانا عہد نامہ، سموئیل ۲، ۹:۱، ۱۰

۳۰ "Pro-choice arguments (for Euthanasia)": rsrevision.com: RELIGIOUS STUDIES ONLINE; [cited ۲۰۱۲ June ۱۲] Available from: http://www.rsrevision.com/GCSE/christian_perspectives/life/euthanasia/for.htm

۳۱ "Arguments for Euthanasia": Ethical Rights; [cited ۲۰۱۲ June ۱۲] Available from: http://www.ethicalrights.com/submissions/euthanasia/۹۲-arguments-in-support-of-euthanasia.html.

۳۲۔ النازعات، ۷۹:۱-۲

۳۳۔ اعظمی، نظام الدین، مولانا مفتی، نظام الفتاوی، مکتبہ رحمانیہ اردو بازار، لاہور، س۔ن، ۱/۳۹۱

۳۴۔ البقرہ، ۱۵۵:۲

۳۵ "Arguments Against Euthanasia": Euthanasia.com; [cited ۲۰۱۲ July ۱]. Available from: http://www.euthanasia.com/argumentsagainsteuthanasia.html.

۳۶۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب غلظ تحريم قتل الإنسان نفسه وأن من قتل نفسه بشيء عذب به في النار وأنه لا يدخل الجنة إلا نفس مسلمة، رقم الحديث:۳۰۰

۳۷۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب غلظ تحريم قتل الإنسان نفسه وأن من قتل نفسه بشيء عذب به في النار وأنه لا يدخل الجنة إلا نفس مسلمة، رقم الحديث:۳۰۵

۳۸۔ البقرہ، ۳۶:۲

۳۹۔ الاعراف، ۳۴:۷

۴۰۔ صحیح بخاری، کتاب المرضی، باب ما جاء فی کفا رة المرض، رقم الحديث:۵۲۰۹

۴۱۔ صحیح بخاری، کتاب المرضی، باب تمنی مریض الموت، رقم الحديث:۵۲۴۱

۴۲۔ سنن ابی داؤد، کتاب الجنائز، باب فی کراھیة تمنی الموت، رقم الحديث:۲۷۰۲

۴۳۔ صحیح بخاری، کتاب الاحادیث الانبیاء، باب ما ذکر عن بنی اسرائیل، رقم الحديث:۳۲۰۴

۴۴۔ البقرہ، ۲:۱۹۵

۴۵۔ مجاہد الاسلام قاسمی، مباحث فقہیۃ، ص ۵۳۸، ۵۳۷

۴۶۔ جامع ترمذی، کتاب الطب عن رسول اللہ، باب ما جاء في الدواء والحث عليه، رقم الحديث: ۱۹۶۱

۴۷۔ مجاہد الاسلام قاسمی، مباحث فقہیۃ، ص ۵۴۵

۴۸۔ الذاریات، ۵۶:۵۱

۴۹۔ (ولا يجوز للانسان الرياضة بتقليل الاكل حتى يضعف عن اداء العبادة لقوله عليه السلام "نفسک مطيتک فارفق بها" و من الرفق ان لا يوذيها ولا يجيعها)۔ حموی، أحمد بن محمد مكي، أبو العباس، شهاب الدين الحسيني، غمز عيون البصائر في شرح الأشباه والنظائر، دار الكتب العلمية، بيروت، ۱۹۸۵ء، ۱/ ۱۰۲

۵۰۔ مجموع فتاویٰ شيخ الاسلام ابن تيميه، عبدالرحمٰن بن محمد بن قاسم (مرتب)، م-ن، ۱۳۹۸ھ، ۱۲/ ۸

۵۱۔ ( وإن قيل لا ينجو أصلا لا يداوى بل يترك كذا في الظهيرية) الفتاوى الهندية، دار الفكر، بيروت، ۱۳۱۰ھ، ۳۶۰/۶

۵۲۔ مجاہد الاسلام قاسمی، قاضی، طبی اخلاقیات، ایفا پبلیکیشنز، نئی دہلی، ۲۰۱۰ء، ص ۶۲۴

۵۳۔ المائدہ، ۵:۱۵۱

۵۴۔ صحيح مسلم، كتاب القسامة والمحاربين والقصاص والديات، باب ما يباح به دم المسلم، رقم الحديث: ۳۱۷۵

۵۵۔ بنی اسرائیل، ۱۷:۳۱

۵۶۔ جامع ترمذی، كتاب الديات عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، باب الحكم في الدماء، رقم الحديث، ۱۳۱۸

۵۷۔ بدر الحسن القاسمی، عصر حاضر کے فقہی مسائل، ص ۳۷

۵۸۔ صحيح مسلم، كتاب السلام، باب باب لكل داء دواء واستحباب التداوي، رقم الحديث: ۴۰۸۴

۵۹۔ صحيح بخاری، كتاب الطب، باب ما أنزل الله داء إلا أنزل له شفاء، رقم الحديث: ۵۲۴۶

۶۰۔ ابن حنبل، امام احمد بن محمد ، مسند الامام احمد بن حنبل، موعوسه الرسالة للطباعة والنشر والتوزيع، بيروت، ۱۹۹۹ء ، ج: ۸، ص: ۲۶۲ ، حديث نمبر: ۳۵۷۸

۶۱۔ مجاہد الاسلام قاسمی، مباحث فقہیۃ، ص: ۵۶۰

۶۲۔ نئے مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلے، اسلامک فقہ اکیڈمی، نئی دہلی، ۲۰۱۱ء، ص ۱۹۸